فضیلتِ شیخین رضی اللہ عنہما

تالیف

مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ تعالے

ترجمہ

مولانا محمد سلیمان صاحب انصاری

www.KitaboSunnat.com



المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

افضلیتِ شیخین رضؓ

تالیف

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

محمد سلیمان انصاری
نائب ناظم جمعیت اہل حدیث لاہور

ناشر

المکتبۃ السلفیہ۔ شیش محل روڈ۔ لاہور ۲

سلسلۂ مطبوعات ۲۶

تالیف: —— حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: —— محمد سلیمان انصاری، لاہور

طابع —— حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی

مطبع —— استقلال پریس، لاہور

ناشر: —— المکتبۃ السلفیہ

صفحات —— ۵۶

قیمت —— فی کاپی —— ۶۲ پیسے

تاریخ اشاعت —— مارچ ۱۹۶۵ء

پیش لفظ

۱۹۵۷ء کی کسی تاریخ میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا ایک رسالہ "وسیلۃ النجات" نظر سے گزرا جس میں کسی بزرگ نے صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان کے متعلق چند سوالات کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ سے جواب طلب کیا تھا۔ اس وقت کی مروجہ زبان کے لحاظ سے اصل رسالہ فارسی زبان میں تھا۔ میں نے اس کا سلیس اردو میں ترجمہ کر دیا۔ تاکہ عوام الناس کو صحابہ کرام کی شانِ قدسی معلوم ہو سکے لیکن بعض ناموافق حالات کی بنا پر اس کی طباعت نہ ہو سکی۔ اب بتوفیقِ الٰہی اس کو شائع کیا جا رہا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آیاتِ قرآنی اور مستند شیعہ کتب کے حوالوں سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کا مومنِ کامل ہونا ثابت کیا ہے اور بتایا ہے کہ ان مقدس ہستیوں کے متعلق کسی قسم کی بدگمانی بھی اسلام سے خروج کا باعث ہو سکتی ہے، لہٰذا سب اہلِ اسلام کو عموماً اور شیعہ حضرات کو خصوصاً آیاتِ قرآنی اور اپنے مسلّمہ اماموںؒ کے اقوال کی روشنی میں حضرات شیخینؓ اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق ہر قسم کی بدگمانی اور وساوسِ شیطانی کو دل سے نکال باہر کرنا چاہیے۔ اور صحیح اسلامی عقیدہ پر عمل پیرا ہو جانا چاہیے۔

اس رسالہ کا نام "افضلیتِ شیخینؓ" رکھا گیا ہے۔

اصل رسالہ میں آیاتِ قرآنی بلا حوالہ درج تھیں، مَیں نے رکوع اور پارہ کا مکمل حوالہ دے دیا ہے تاکہ قاری کو آیات کی تلاش میں سہولت رہے۔

رسالہ کے اختتام پر خلیفۂ اوّل و ثانی رضی اللہ عنہما کی خلافتی زندگی کے چند واقعات درج کر دیئے گئے ہیں۔ جن کو نشانِ راہ بنا کر ہم بھی دنیا و آخرت میں سُرخ رُو ہو سکتے ہیں۔

خلیفتینؓ کی زندگی کے یہ حالات جناب مولانا غلام رسول مہرؔ صاحب کے دو مضمونوں کا ترجمہ ہے جو فروری و مارچ اور اگست ۱۹۵۲ء کو ماہنامہ "پنجابی" مرحوم کے دو شماروں میں "اسلامی حکومت دا پہلا اور دوجا نقشہ" کے عنوان سے پنجابی زبان میں شائع ہوئے تھے۔ مَیں نے ان کو بھی اردو کے قالب میں ڈھال کر ان کا نام "سیرتِ شیخینؓ کے چند اوراق" تجویز کیا ہے۔

اِس رسالہ کی طباعت آفسٹ پر کرائی گئی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو مقبولِ عام بنائے اور ہر قاری کے دل میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبّت موجزن ہو جائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد!

خیر اندیش

محمد سُلیمان انصاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

افضلیت شیخین رض

تمام تعریفیں جیسا کہ ان کے بیان کرنے کا حق ہے وہ اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اور رحمت وسلامتی ہو اس کے حبیب ؐ اور آپ کے ساتھیوں پر۔ اے اللہ پھیرنے والے دلوں کے ہمارے دلوں کو اپنے دین پر قائم رکھ!

سببِ تالیف ایک دوست نے جو شیعہ مذہب میں کافی دسترس رکھتے ہیں، مجھ سے استدعا کی کہ فرقہ ناجیہ (اہل السُّنہ والجماعہ) کی صداقت کے دلائل لکھ دوں۔ چنانچہ میں بحکم "الدِّینُ النصیحۃُ" ان کے ارشاد کی تعمیل میں یہ رسالہ لکھ رہا ہوں، جس کا نام "وسیلۃ النجاۃ" تجویز کرتا ہوں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الھُدٰی۔

سوال اہلِ سُنّت اور شیعہ کے درمیان بہت دفعہ اس قسم کی گفتگو ہوتی رہتی ہے، اہلِ سنّت دعویٰ کرتے ہیں کہ چونکہ ہمارا مذہب قرآن اور حدیث کے مطابق ہے۔ لہٰذا ہم حق پر ہیں۔ اور شیعوں کی تمام کتابیں باطل اور جھوٹ ہیں، نیز ان کا یہ دعویٰ کہ ہم اہلِ بیت کے مذہب پر ہیں بے بنیاد ہے، بلکہ

اہلِ بیت کے مذہب پر بھی ہم ہی ہیں۔

شیعہ کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ ہمارا مذہب قرآن ہے اور ہم امام جعفر صادقؓ کے طریقہ پر ہیں، اور اہلِ سُنّت کی کتابیں نا قابلِ اعتبار ہیں، اندریں حالات آپ آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں ایسی تحقیق فرمائیں کہ کسی کو دم مارنے کا یارا نہ رہے، اور تمام عذر کاٹ کر رکھ دیئے جائیں، تاکہ راہِ حق کے متلاشی اس پر عمل کریں، اور باطل مذہب سے فوراً دستبردار ہو جائیں۔

جواب برادرم! ہر فرقے کی کتابیں سرِ دست الگ رکھیے، اور سب سے پہلے ہر مذہب کی بنیاد تلاش کیجیے، جب تجھے ہر فرقہ کی بنیاد کا پتہ چل جائے، تو اس کو آیاتِ قرآنی سے پرکھ لیا جائے۔ پھر جس مذہب کے دلائل زیادہ مضبوط ہوں، اسی کو سچا جان کر اس کی کتابوں کو بھی پڑھیے اور ان پر عمل بھی شروع کر دیں، اور جس مذہب کی بنیاد باطل اور غیر قرآنی ہو، اس کو شیطان کے وسوسے سمجھ کر دریا بُرد کر دیں، ان کے پیچھے نہ جائیں، بلکہ ان کو یعنی وساوس کو پارہ پارہ کر ڈالیں۔ یقین رکھیے کہ وہ اہلِ بیت کا مذہب ہرگز نہیں، بلکہ شیطان کا مذہب ہے۔

پس جاننا چاہیے کہ اہلِ بیت کے مذہب کی بنیاد یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، مہاجرین، انصار، اور سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے دیگر ہزار ہا صحابہ کو ایماندار،

متقی، پاکباز اور راست گو جانا جائے، کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیے، نمازیں پڑھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی مدد اور حمایت کی، اور آپ کی وفات کے بعد اپنی اپنی خلافت کے زمانہ میں عدل و انصاف اور سچائی کو اختیار کیا، اور اہلِ بیت کی خدمت و محبت کما حقہٗ بجا لائے، امیر المومنین حضرت علیؓ ان کے ہر مشورہ میں ہمیشہ شامل رہے۔ انہوں نے ان کے ہمراہ کفار سے جہاد کیے، ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں، ہمیشہ ان سے محبت رکھی، ان کی وفات کے بعد ان کے حق میں دعائے خیر کی، اور کثرت سے ان کی تعریف اور مناقب بیان فرمائے۔

اور شیعہ مذہب کی بنیاد خلفائے ثلثہؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزارہا صحابہ کو کافر اور منافق کہنے پر ہے، شیعہ کہتے ہیں کہ یہ سب لوگ منافقانہ ایمان لائے تھے، اور ان کی ہجرت بھی حصولِ ریاست اور دنیوی لالچ کی بنا پر تھی، اور ان کے تمام جہاد اور عبادتیں اللہ کی خوشنودی کے لیے نہ تھیں، بلکہ دکھلاوے کی تھیں۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد انہوں نے اہلِ بیت کو تکلیف پہنچائی اور حضرت علیؓ کو دوست بھی نہ بنایا، بلکہ اس کا حق غصب کر لیا، رہا حضرت علیؓ کا ان کی پیروی کرنا اور ان کے ہمراہ نماز ادا کرنا، تو وہ تقیہ کے طور پر تھا، یہاں تک کہ حضرت علیؓ کا اپنی لڑکی کلثومؓ کو حضرت عمرؓ کے نکاح میں دینا، اپنے لڑکوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان رکھنا بھی

تقیہ کے طور پر تھا اور مخلص صحابہ تو بہت تھوڑے تھے یعنی حضرت ابوذرؓ، حضرت سلمانؓ، حضرت مقدادؓ، حضرت عمارؓ اور حضرت جابرؓ، اور چند اشخاص دوسرے۔

برادرم! جب ہر مذہب کی بنیاد کا تمہیں پتہ چل گیا، تو اب اہلِ سنّت کے دلائل سنیے۔ جو بہت سی آیاتِ قرآنی ہیں، جن میں کی ہر ایک آیت اہلِ سنّت کی بنیاد کو مثبت اور مستحکم کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہاں مختصراً چند آیاتِ قرآنی لکھی جاتی ہیں، قولہٗ تعالیٰ :-

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا

(رکوع ۲ - پارہ ۱۱)

(التوبہ ع ۱۳)

مہاجرین اور انصار سے سابقین اوّلین ہیں، اور ان کی پیروی کرنیوالے ساتھ نیکی کے (یعنی ایمان اور اطاعت کے) اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور اس صلہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں کہ ان کے محلوں اور درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں اور یہ سب مہاجرین اور انصار اور انکے متبعین بہشت میں رہیں گے۔

یہ آیت برملا پکار رہی ہے کہ مہاجرین و انصار سابقین سب کے سب جنّتی ہیں۔ بلکہ ان کے بعد ان کے راستہ کو پسند کرنے والے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے بھی بہشتی ہیں، اور بلا شبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مہاجرین اوّلین میں سے ہیں، ہجرت کے وقت وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ تھے۔ اور حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور بہت سارے دوسرے صحابہ بھی مہاجرین اوّلین سے ہیں، یاد رہے کہ جو شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مہاجرین اوّلین میں سے نہیں جانتا وہ اس آیت کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (پ۱۰۔ ع ۱۲)	جب نکال باہر کیا کفارِ مکّہ نے دو شخصوں کو۔ کہ دوسرا ان دو میں سے محمد رسول اللہ تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جبکہ کہہ رہا تھا ہمارا رسول اپنے خصوصی دوست ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو، آپ غم نہ کیجیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے واقعی مہاجرین اور انصار ہیں، جو ان کے بعد ایمان لاتے، ہجرت بھی کی، نصرتِ حق بھی، اور اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں اس بات کی خبر دی کہ وہ لوگ ہمیشہ جنت میں رہیں گے، پس ثابت ہوا کہ وہ

لوگ قطعی جنتی ہیں، جو کوئی ان کو بہشتی نہ جانے وہ اس آیت کے انکار کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔

اگر اس مقام پر شیطان تجھے فریب دے کہ شاید اس آیت سے مراد وہ مہاجرین ہیں جن کے حق میں شیعہ حسن ظن رکھتے ہیں، کہ ان کی ہجرت فی سبیل اللہ تھی، اور ابوبکرؓ وغیرہ کی ہجرت دنیاوی لالچ کی بنا پر تھی، تو اس کے جواب میں کہو کہ اے ابلیس تو جھوٹ بولتا ہے۔ بلکہ سب کی ہجرت فی سبیل اللہ تھی، چنانچہ ہجرت کے بعد سب سے پہلی آیت جو لڑائی کی اجازت کے بارہ میں اتری وہ یہ ہے:۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝ اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ

(پ ۱۷ - ع ۱۳)

یعنی مہاجرین کو اب لڑائی کی بھی اجازت دے دی گئی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے اور ان لوگوں کا اس کے سوا کوئی جرم نہیں تھا، کہ انہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ اسی وجہ سے ان کو گھروں سے نکال دیا گیا۔

پس یہ ثابت ہو گیا کہ تمام مہاجرین کی ہجرت خالص اللہ کے لیے تھی، نہ کہ دنیاوی لالچ کی بنا پر، اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ تمام مہاجرین رضی اللہ عنہم کی اللہ

تعالیٰ نے مدد کی۔ اَے برادر! قرآن پر جس کا ایمان ہے وہ تسلیم کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جنّتی قرار دے دیا ہے، اور وہ جنّت میں ہمیشہ رہیں گے، لہٰذا ایسے لوگوں کے تمام اعتراضات ساقط ہو گئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، اور وہ جانتا ہے کہ فلاں بندہ سے فلاں وقت نیکی اور فلاں وقت بُرائی ظاہر ہو گی اس کے باوجود اگر اللہ تعالیٰ اس شخص کے بارے میں کہہ دے کہ وہ جنّتی ہے، تو اس ضمن میں اس کی تمام لغزشوں کی مغفرت متحقق ہو گئی، اب دوسرے کسی کو طعنہ زنی کا کیا حق پہنچتا ہے۔ تو پھر اعتراض براہِ راست اللہ تعالیٰ پر ہو گا، گویا کہ معترض کہتا ہے کہ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ نے کیوں جنّتی قرار دیا ہے، اور ظاہر ہے کہ بارگاہ ایزدی میں ایسی گستاخی کفر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ جنتی کہہ دے وہ تو بہشتی ہی ہو گا۔ اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کے اعتراض کی وجہ سے اسے دوزخی نہ کرے گا۔ لیکن اعتراض کرنے والا کافر ہو جائے گا۔ اس تقریر سے سب شبہات شیطانی رفع ہو گئے۔ لہٰذا سوالوں کے جواب کی طرف توجہ کی ضرورت تو نہیں۔ مگر سائل کی تسلّی کے لیے شیطان کو مردود قرار دینا ضروری ہے۔

وسوسۂ شیطانی | اگر شیطان کبھی یوں تجھے فریب دینے کی کوشش کرے کہ سُورۂ انفال میں جنگِ بدر کے سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی تھی:-

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا

اَے ایماندارو جب کفار سے لڑائی کرو تو پیٹھ ہرگز نہ دکھاؤ، اور جو کوئی بغیر

تَوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ	کسی جنگی چال یا مومنین کی جماعت کے
يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ	ساتھ ملنے کے بغیر پیٹھ دکھاتے گا،
اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ	بے شک وہ اللہ کے غصے کے ساتھ
بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ	لوٹے گا، اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔
جَهَنَّمُ ط (انفال۔ع ۱۶)	

اور کہے کہ صحابہ بھی جنگِ اُحد اور جنگِ حنین میں بھاگ گئے تھے۔

علاج رحمانی اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ بدر کے میدان میں جہاں یہ آیت نازل ہوئی تھی، سب صحابہ نے پوری پوری ثابت قدمی دکھائی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ	اور البتہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں
وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ۔	بدر کے میدان میں مدد دی۔ حالانکہ
(پ ۴۔ع ۱۳)	تم کفار کی نگاہ میں بوجہ قلت کے ذلیل تھے۔

نیز فرمایا:

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ	یاد کیجیے۔ اے محمد جب وحی کرتا تھا
اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	تیرا پروردگار طرف فرشتوں کے کہ میں
(پ ۹۔ع ۲)	تمہارے ساتھ ہوں۔ تم مومنوں کو ثابت
	قدم رکھو۔

علاوہ ازیں سورۂ انفال میں سے میدانِ جنگ سے فرار کی حرمت ہی ثابت ہوتی ہے۔ فرار کا کفر ہونا اس سے نہیں نکلتا، اور یہ اللہ کا حق ہے کہ اگر چاہے تو بخش دے، چاہے تو عذاب کرے، اسی وجہ سے جب جنگ اُحد میں فرار واقع ہوگیا، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ (پ ۴ ۔ ع ۱۶)	اور البتہ بے شک اللہ نے انہیں معاف فرما دیا۔

پس اعتراض رفع ہوگیا۔

ہاں جنگ حنین کی ابتدا میں فرار ضرور ہوا تھا لیکن بعد میں جب حضرت عباسؓ نے آواز دی کہ اے اللہ کے بندو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو یہاں ہیں، تو حضرت عباسؓ کی آواز پر سب صحابہ دوبارہ واپس آگئے، خوب خوب دادِ شجاعت دی، اور یہی ان کی توبہ تھی، جس کا تحقق ہوگیا۔ پھر ازبس کہ صحابہ حق کے مددگاروں میں سے تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ (پ ۱۷ ۔ ع ۱۳) کے مطابق ان کی مدد کی، اور ان کے فرشتوں کے ذریعہ غیبی امداد بھیجی اور اطمینانِ قلب (جو کامل ایمان والوں کا خاصہ ہے) کی خوشخبری ان کے بارہ میں نازل فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ثُمَّ اَنْزَلَ	البتہ تحقیق مدد کی تمہاری اللہ نے بہت سی جگہوں میں، اور دن حنین کے اور

سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (پ۱۰-ع۱۰)

اتاری سکینت اپنی اپنے رسول پر اور مومنین پر۔

کیونکہ حضرت عباسؓ کی آواز پر سب لوگ واپس لوٹ آئے، اور سخت لڑائی کر کے تلافیٔ مافات کر دی۔ نیز فرمایا:

وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (پ۱۰-ع۱۰)

اور فرشتوں کی فوج بھیجی کہ تم اے مومنو! ان فرشتوں کو نہیں دیکھ رہے تھے، اور ان کفار کو عذاب میں مبتلا کر دیا۔

اَے عزیز من! ذرا غور تو کرو کہ جن لوگوں کے حال پر اللہ کی رحمت کی اس قدر دستگیری ہو کہ بشری تقاضے کی بنا پر ان سے جہاں کہیں کوئی لغزش سرزد ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو ان کی مدد کے لیے بھیج دیتا ہے، اور ان پر فوراً سکینتِ الٰہی نازل ہو جاتی ہے۔ پھر کیا مسلمانوں کا کام ہے، کہ رحمت اور بخشش کی تمام آیاتِ قرآنی کو بھول جائیں۔ اور الٹا ان بزرگوں کو نشانۂ طعن و تشنیع بنانا شروع کر دیں۔ ایسی بد باطنی اور شیطانی شرارت سے اللہ کی پناہ۔

ہاں! اگر پھر بھی شیطان تجھے یہ دھوکا دینے کی کوشش کرے، کہ شاید وہ لوگ منافق ہوں، کیونکہ اس وقت منافق بھی تو تھے ہی، جیسا کہ قرآن مجید میں منافقوں کا ذکر بہت آیا ہے، تو اس کے جواب میں کہو، کہ ہاں منافقین

تو تھے لیکن وہ تو مدینہ کے اردگرد کچھ دیہاتی لوگ تھے، اور کچھ خاص مدینہ کے رہنے والے، مگر مکّہ سے آنے والوں (یعنی مہاجرین) میں سے تو کوئی منافق نہ تھا، اور ان انصار میں بھی کوئی منافق نہ تھا، جن کا ایمان، نصرتِ دینی نصِّ قطعی سے ثابت ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْاَعْرَابِ مُنَافِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (پ ۱۱ - رکوع ۲)

اور بعض لوگ تمہارے اردگرد رہنے والے خانہ بدوشوں سے بھی منافق ہیں، اور مدینہ والوں سے بھی بعض ایسے ہیں جن کی عادت میں نفاق ہے۔ اے محمد! تم ان کو نہیں جانتے۔ ہمیں ان کا خوب علم ہے۔

لیکن بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کو علیحدہ کر دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (پ ۴ - ع ۸)

نہیں لائق ہے اللہ کو کہ مومنوں کو اس حال میں چھوڑ دے جس میں کہ ہیں یہاں تک کہ پلید اور پاک کو جدا جدا کر دے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا امتیاز کر کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کو ان کے حال سے مطلع فرما دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے

صحابی صرف حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو ان کے نام بتائے، لیکن ان منافقین کے لڑکے چونکہ مخلص مسلمان تھے، اس وجہ سے دوسرے صحابہؓ پر ظاہر نہ فرمایا، تاکہ ان کی رسوائی نہ ہو۔ اگرچہ بہت سارے منافق اپنی منافقانہ عادات کی وجہ سے خود ہی رسوا ہو گئے، اور سب لوگوں نے ان کو پہچان لیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی علامات قرآن میں ذکر فرمائیں، اور ان کے حق میں سخت وعید بیان فرمائی۔ چنانچہ با حسن وجوہ ظاہر ہو گیا کہ جن صحابہ کے حق میں اہلِ سُنّت اچھا عقیدہ رکھتے ہیں، ان میں سے کوئی بھی منافق نہ تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے حق میں فرمایا ہے:

فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَكُ خَیْرًا لَّهُمْ وَاِنْ یَّتَوَلَّوْا یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِیْمًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ (پ۱۰ ع۱۶)

پس اگر منافق لوگ تائب ہو جائیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہو گا، اور اگر رُوگردانی کریں تو عذاب کرے گا ان کو اللہ تعالیٰ عذاب دردناک دنیا اور آخرت میں اور نہ ہو گا واسطے ان کے زمین میں کوئی دوست اور نہ ہی مددگار۔

یعنی زمین میں ان کی کوئی مدد نہ کرے گا۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کے اوصاف اچھے بیان فرماتے ہوئے ان کو

اپنی مدد کا وعدہ دیا ہے، چنانچہ گزشتہ آیت جو اجازتِ جہاد کے بارہ میں ذکر کی گئی ہے، یہ الفاظ قابلِ غور ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِہِمْ لَقَدِیْرٌ (پ۱۷۔ ع۱۳) یعنی اللہ تعالیٰ مہاجرین کی مدد کرنے پر قادر ہے، یعنی ان کی مدد کرے گا، اور انہی مہاجرین کا ذکر اس آیت میں یوں بھی ہے :-

وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ (ایضاً) یعنی اللہ ہر اُس شخص کی مدد کرے گا جو اس کے دین کی مدد کرتا ہے۔

اور اس میں شک نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے جو صحابہ آپؐ کے بعد رہے، ان سب کی خصوصاً خلفائے راشدینؓ کی اللہ تعالیٰ نے خوب خوب مدد کی، انہوں نے ہزاروں مشرکین اور مُرتدین کو قتل کیا، اور کسریٰ و قیصر کی سلطنت کو درہم برہم کر دیا، خلفاءِ ثلٰثہ کی ہجرت اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تھی، اللہ نے مہاجرین کو اپنی نصرت کا جو وعدہ دیا تھا، ان کے حق میں بدرجہ اتم سچ کر دکھایا، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تمام صحابہؓ خدا کے دین کے مددگار تھے، اگر منافق ہوتے تو کوئی بھی رُوئے زمین پر ان کا یار و مددگار نہ ہوتا۔ اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ قرآن مجید کا انکار کرنے والے یہ حضرات جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد طالبِ خلافت ہوئے، اور اتمامِ حجت کے لیے مہاجرین و انصار کے گھر گھر پھرے۔ مگر کسی نے ان کی

ص خلفائے راشدین کے ساتھ تمام صحابہ نے تعاون کیا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا

حمایت اور امداد نہ کی، تو یہ بات صریح کفر اور ظاہر جھوٹ ہے، اور آیتِ ہٰذا کا صاف انکار ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین سے اپنی مدد کا وعدہ فرمایا ہے، اور بلاشبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مہاجرین اوّلین کے طبقۂ اعلیٰ سے تھے۔ پس یہ ناممکن ہے کہ ان کو کبھی مدد کی ضرورت ہو اور ان کو حاصل نہ ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی نسبت یہ بات جو لوگ کہتے ہیں، وہ ان کے سخت دشمن ہیں، کیونکہ عدمِ مدد تو قرآن کی رُو سے منافقین کے لیے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

مَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ۔ کہ ان کا زمین میں کوئی بھی دوست اور مددگار نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سچے دوست اہلِ سنّت ہیں جو ان سے محبّت کرتے ہیں، اور معاذ اللہ! منافقین کے مصداق سے ان کو دُور رکھتے ہیں، اہلِ سنّت کو یقین ہے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ طلبِ خلافت کے لیے اُٹھتے اور اس کا ارادہ رکھتے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلّم سے اپنے حق میں کچھ سُنا ہوتا، تو وہ ضرور منصبِ خلافتِ اولیٰ پر سرفراز کیے جاتے، اور سب لوگ ان کے ساتھ ہوتے، جیسا کہ مہاجرین کے حق میں قرآن مجید میں وارد ہوا ہے۔

پس معلوم ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ

کی خلافت کو صدق دل سے تسلیم کیا، اور ان کی بیعت کی تھی اور ہمیشہ ان کے معین و مددگار رہے۔ والحمد للہ علی نعمائہ۔ نیز سنو! اللہ تعالیٰ منافقین کی رسوائی کے بارہ میں کیا فرماتا ہے:

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُوْنَ	اگر باز نہ آئیں منافق اور جن لوگوں کے
وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ	دلوں میں بیماری ہے اور اٹکل پچو
الْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ	لگانے والے مدینہ میں، ضرور مسلط کر
لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ	دیں گے ہم تجھ کو اے نبی۔ پھر یہ تیرے
فِيْهَا إِلَّا قَلِيْلًا ۚ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ	نزدیک تھوڑی دیر ہی رہ سکیں گے،
(پ ۲۲ - ع ۵)	ملعون ہو کر۔

یعنی بہت جلدی شہر مدینہ سے ذلیل و خوار ہو کر نکل جائیں گے۔ یہ بھی فرمایا:

أَيْنَمَا ثُقِفُوْا أُخِذُوْا وَ	جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے
قُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۔ (ایضاً)	جائیں گے اور خوب قتل کیے جائیں گے

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ جن لوگوں نے نفاق سے توبہ نہ کی، ان میں سے کوئی بھی مدینہ منورہ نہ رہے گا، بلکہ وہ سب تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ تمام صحابہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد مدینہ میں باقی رہے، وہ سب ہی اللہ کے دین کے مددگار حق پرست اور آنحضرت

کے مخلص ساتھی تھے، لہٰذا جس بات پر وہ متفق ہو گئے، وہ عین سچ اور ہدایت تھا، ظلم اور گمراہی ہرگز نہ تھا۔

جب منافقوں کی بُرائی معلوم ہو گئی۔ تو اب مہاجرین کے اوصاف جو اس کے برعکس ہیں وہ بھی سُن لو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ۔ (پ ۱۴۔ ع ۱۲)

جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی بعد اس کے کہ ان پر کفارِ مکّہ نے ظلم کیا ضرور جگہ دیں گے ہم ان کو دنیا میں اچھی (یعنی مدینہ مطہرہ میں) اور ثواب آخرت کا سب سے بڑا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ کوئی شخص اگر قرآن کے ساتھ ایمان رکھتا ہو، تو اس کے تمام شیطانی وسوسوں کو دُور کرنے کے لیے یہ ایک آیت ہی کافی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مہاجرین فی سبیل اللہ سے دو وعدے کیے ہیں۔ ایک دنیا میں اور ایک آخرت میں، اس میں شک نہیں کہ دنیا کا وعدہ پُورا کر دیا، اور تمام مہاجرین مدینہ منوّرہ میں متمکّن ہوئے۔ خصوصاً خُلفائے ثلٰثہ کہ اپنی زندگی میں بھی وہیں رہے، اور وفات کے بعد دفن بھی وہیں کیے گئے۔ شیخین کی قبریں بھی آنجناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ ملی ہوئی ہیں، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اسی جنت البقیع میں رونق افروز ہیں۔

اگر یہ بزرگ معاذ اللہ منافق ہوتے تو بحکم آیت سابقہ جو منافقین کے بارے میں ہے - اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو ان پر مسلط کر دیتا، اور وہ بہت جلدی مدینہ سے نکال دیئے جاتے، بلکہ گرفتار ہو کر ذلت و خواری سے قتل کر دیئے جاتے۔ اور کوئی شخص ان کی بات بھی نہ سنتا، چہ جائیکہ ان کو امام اور خلیفہ تسلیم کیا جاتا۔

پس آفتاب نصف النہار کی طرح واضح و لائح ہو گیا کہ خُلَفائے ثلٰثہ مہاجرین فی سبیل اللہ اور قطعی جنّتی ہیں - آخرت میں ان کا اجر و ثواب دوسرے وعدہ کی بنا پر بہت ہی زیادہ ہو گا - اسی طرح دوسرے صحابہ ہیں - کہ آپ کی وفات کے بعد وہ سب لوگ مدینہ میں باقی رہے، اور اللہ کے دین کے حامی و ناصر رہے، اور وہ کامل ایمان والے تھے اور کسی قسم کے نفاق کو بحکم آیاتِ قرآنی ان کے ارد گرد کوئی راہ نہ تھا، بنا بریں جس چیز پر بھی انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اتفاق کر لیا، وہی عین ہدایت اور دیانت ہے مسلمان کا کام نہیں کہ ان تمام تصریحاتِ قرآنی کے ہوتے ہوئے ان میں سے کسی پر اعتراض کرے۔

پھر بھی اگر شیطان تیرا پیچھا نہ چھوڑے اور تجھے فریب دے کہ شاید پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اقتدار اور غلبہ کے وقت کوئی چیز اُن سے خلافِ شرع صادر ہوئی ہو (جیسا کہ شیعہ اسی وجہ سے شبہ میں پڑے ہوتے ہیں)، ان کے جواب میں کہو کہ تم غلط کہتے ہو، اس لیے کہ انہوں نے اپنے ایامِ خلافت میں، جو عظیم کارنامے سر انجام دیئے ہیں وہ تعصب اور فساد کی بنا پر نہیں، بلکہ بتقاضائے امر بالمعروف

اور نہی عن المنکر تھے اور برلئے اِجرائے احکام شرعیہ تھے۔
چنانچہ اللہ تعالیٰ مہاجرین کے وصف میں اس آیت میں جو اوپر لڑائی کی اجازت کے بارہ میں لکھی گئی ہے، فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ (پ۱۷۔ ع ۱۳)	اگر ہم ان مہاجرین کو زمین میں جگہ اور قدرت دے دیں یہ خود بھی نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ اور دوسروں کو بھی شرعی احکام پر عمل درآمد کا حکم کریں گے اور برائیوں اور خلافِ شرع کاموں سے روکیں گے۔

پس ناممکن ہے کہ مہاجرین کو جب حکومت اور اقتدار مل گیا تو ان سے کسی قسم کا ظلم اور فساد ظاہر ہوا ہو۔ چنانچہ ان کی طرف ظلم منسوب کرنا۔ اس آیت سے انکار ہوگا۔ (نعوذ باللہ منہ)
پھر اگر کوئی شخص وسوسۂ شیطانی کا شکار ہو۔ اور کہے کہ قرآن میں یہ بھی تو وارد ہے:۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ	اے ایماندارو! جو کوئی مرتد ہو جائے تم میں سے اپنے دین سے۔ پس جلدی لائے گا اللہ تعالیٰ اس قوم کو

اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ - (پ ۶ ع ۱۲)

جو پسند کرتا ہے وہ ان کو اور پسند کرتے ہیں وہ لوگ اس کو۔ ایسے لوگ مومنوں پر مہربان ہونگے اور کافروں پر غالب آجائیں گے۔

یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ - (پ ۶ - ع ۱۲)

وہ اللہ کی راہ میں مرتدوں سے جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

یہ آیت صدیق اکبرؓ اور تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کمال مناقب پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ انہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت میں مسیلمہ کذّاب اور اس کی پارٹی کے مرتدوں کو اور منکرین زکوٰۃ کو قتل کیا، (جیسا کہ اپنی جگہ یہ قصّہ بتفصیل مذکور ہے) اور ان سب سے جہاد کیا اور ان سب کو تہِ تیغ کر دیا۔ اور بعض کو اسلام کی طرف واپس لائے۔

اس آیت سے بھی صحابہؓ پر مُرتد ہونے کی تہمت ایسے عمدہ طریقہ سے باطل ہو گئی جس سے زیادہ متصوّر نہیں۔ اگر صحابہؓ سے (معاذ اللہ) کوئی مرتد ہوتا، تو دوسرے تمام صحابہ جو کامل ایمان والے تھے، ان سے جہاد کرتے، اور انہیں قتل کر دیتے، اور اس میں شک نہیں کہ خلفائے ثلاثہ سے کسی مومنِ کامل نے ہرگز جنگ نہیں کی۔ بلکہ مومنین کاملین حضرت علیؓ، حضرت ابوذرؓ نے

ان کی تابعداری کی، اور ان سے اس معاملہ میں موافقت کی جس سے واضح ہو گیا کہ وہ سب مومنِ کامل، قطعی جنّتی، اور مہاجر فی سبیل اللہ تھے، علاوہ ازیں صحابہ کے اوصاف میں بے شمار آیاتِ قرآنی وارد ہیں۔ ایک جگہ فرمایا:۔

وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۔ (پ۱۱۔ ع۲)	تیار کیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے۔

اس آیت سے ظاہر ہو گیا کہ تمام مہاجر و انصار عین حق پر، کامل ایمان والے اور ہدایت یافتہ تھے، اور ان کا اتفاق اللہ تعالیٰ کو مقبول اور پسند تھا۔ پس کسی کو ان پر طعن و تشنیع کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ دن رات ان کے حق میں بخشش کی دُعا کرنا مسلمان کا کام ہونا چاہیے۔ جو شخص ان پر طعن و تشنیع کرتا ہے، ان کے حق میں دعائے خیر نہیں کرتا، بلکہ ان کے ساتھ کینہ رکھتا ہے، وہ کافر اور مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تین اقسام پر تقسیم فرماتا ہے۔

قسم اوّل

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ	یعنی غنیمت کا مال ان فقراء کا حق

أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ أُولٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُونَ (پ۲۸ - ع ۴)

ہے۔ جو اپنے گھروں سے نکالے گئے یا اُن سے بیدخل کر دیئے گئے۔ اس حال میں کہ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طالب تھے، اور اللہ و رسول کی مدد کرتے تھے۔ یہی لوگ صادق ہیں۔

یعنی ان کی ہجرت خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھی اور دین حق کی نصرت کے لیے تھی، دنیوی اغراض کے لیے ہرگز نہ تھی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قسم دوم

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا (پ۲۸ - ع ۴)

اور مالِ غنیمت ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے مہاجرین سے امن والے گھروں کو اپنا مسکن بنایا۔ جن لوگوں نے ان کی طرف ہجرت کی ان سے محبت کرتے ہیں۔ اور اپنے دلوں میں اس چیز سے جو دی جاتی ہے کسی قسم کا بغض اور کینہ نہیں کرتے اور ایثار کرتے ہیں اور مقدم رکھتے ہیں انصار مہاجرین کو اپنی جانوں پر، اگرچہ وہ خود بھی ضرورت مند ہوں۔

یعنی اگرچہ انصار خود بھی مال کی ضرورت رکھتے ہیں لیکن اپنی بلند حوصلگی کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ مہاجرین کی ضرورتیں پوری ہو جائیں۔ اور تمام مال انہی پر تقسیم

ہو جائے۔ اور جو کوئی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا پس یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

اے عزیز! اللہ تعالیٰ اس آیت میں انصار کی مہاجرین سے محبت اور بزرگ جاننے کی تعریف فرماتا ہے، اور اسی وجہ سے ان کی نجات کو اس سے وابستہ کر دیا، پس جس شخص کو نجات اور کامیابی کا راستہ تلاش کرنا مقصود ہو، تو وہ بھی انصار کی طرح مہاجرین سے محبت کرنا اپنا شیوہ بنالے، اور ان سے کینہ و عداوت اور ان پر طعن و تشنیع کرنے سے دور رہ کر دن رات ان کے حق میں دعائے مغفرت کرے، تاکہ تیسری قسم کے لوگوں کے ساتھ ان کا حشر ہووے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تیسری قسم

وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (پ۲۸-ع۵)

اور مالِ غنیمت ان لوگوں کے لیے ہے جو مہاجرین اور انصار کے بعد آئے، اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار، ہمیں بھی بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر چکے ہیں اور نہ کر ہمارے دلوں میں کینہ ان لوگوں کے لیے، جو ایمان لے آئے (یعنی صحابہ کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں) اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو صحابہ کے بارے میں بغض سے پاک کر دیوے)

اے ہمارے پروردگار بے شک تو ہی شفقت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ (ہماری دعا قبول فرما)۔

اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کے حق میں دعائے خیر کرنا چاہیئے اور کینہ ایک طرف رکھ دینا چاہیے، اور کسی وجہ سے بھی زبان درازی نہ کرنا چاہیے۔ تاکہ اہلِ اسلام کے زُمرہ میں شمار ہو، ورنہ مسلمانوں کی تینوں قسموں سے خارج ہو جائے گا۔ (نعوذ باللہ من عذاب اللہ) الحمدللہ کہ اہلِ سُنّت کے مذہب کی بنیاد اس پر ہے، اور یہ بنا اتنی مضبوط ہے کہ اگر تمام انسان اور جِن مل کر اس کو ہلانا اور جُنبش دینا چاہیں تو وہ یہ نہیں کر سکتے۔

ہاں اس بنیاد کو اس وقت ہلایا جا سکتا ہے کہ جس طرح اہلِ سُنّت نے مہاجرین اور انصار وغیرہ اور نیکو کار صحابہ کا ایمان آیات بیّنات اور نصوصِ قطعیہ سے ثابت کر دکھایا ہے، اور وساوسِ شیطانی کو کئی وجوہ سے گرد و غبار کی طرح اڑا دیا ہے کہ ان کا کوئی نشان تک نہیں رہنے دیا، اسی طرح مخالفین بھی اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو اس پر وہ بھی ہماری طرح اس قسم کی محکم آیات لائیں جن پر کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہ ہو۔ وہ آیتیں مہاجرین اور انصار کے کفر اور نفاق پر دلالت کرتی ہوں، تاکہ ان پر علمی طور سے سوال و جواب کے طور پر بحث کی جا سکے، ورنہ بلاوجہ ان کی شان میں زبان درازی کرنا، اور آیات اور نصِ قطعی کا انکار کر کے، اپنے آپ کو آتشِ دوزخ کے لائق بنانا ہے۔ اور مسلمانوں کی تیسری قسم سے بھی

خارج ہو جاتا ہے۔ یہ معلوم ہونا چاہئیے کہ قرآن میں ایک آیت بھی مہاجرین اور انصار کے نفاق پر دلالت کرنے والی نہیں۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ خود ان کی مدح و ستائش بیان فرماتا ہے، اور ان کے ایمان۔ تقوی۔ جہاد۔ نماز وغیرہ نیک اعمال کا ذکر کرتا ہے۔ فرمایا (كُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى) اور ان سب کو اللہ تعالیٰ نے اچھا وعدہ دیا ہے یعنی انعام واکرام والے جنت میں ہمیشہ رہنے کی خوشخبری دی۔ پھر کس طور سے ان کو منافق اور کافر کہا جائے گا۔ (معاذ اللہ من الکفر والنفاق) اصل بات یہ ہے کہ ان منافقین کے مذہب کی بنیاد آیات قرآنی پر نہیں بلکہ ایسے تاریخی قصّوں پر ہے جو بالکل واہیات ہیں۔ جن جھوٹے اور باطل قصوں کو قرآن مٹانے آیا ہے۔ ان لوگوں کا مذہب اہلِ بیت کا مذہب ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ اہلِ بیت کا مذہب قرآن کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے۔ اہلِ بیت کا مذہب یہی ہے جس پر اہلِ سُنّت گامزن ہیں، جو مذہب قرآن کے موافق ہے۔

اگر کوئی وسوسہ اب بھی باقی ہے تو سنو! زین العابدین علی بن حسینؓ "صحیفہ کاملہ" میں جو شیعہ کے ہاں نہایت معتبر، متداول و معمول ہے، کیا فرماتے ہیں:۔

اَللّٰهُمَّ وَاَتْبَاعِ الرُّسُلِ وَ	مطلب اس عبارت کا یہ ہے، کہ
مُصَدِّقِيْهِمْ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ	اے خدا تمام پیغمبروں کے ساتھیوں

بِالْغَيْبِ عِنْدَ مُعَارَضَةِ الْمُعَانِدِيْنَ
لَهُمْ بِالتَّكْذِيْبِ وَالْاِشْتِيَاقِ
إِلَى الْمُرْسَلِيْنَ كَمَا بِحَقَائِقِ
الْإِيْمَانِ بِكُلِّ دَهْرٍ وَّزَمَانٍ
أَرْسَلْتَ فِيْهِ رَسُوْلًا وَّأَقَمْتَ
لِأَهْلِهِ دَلِيْلًا مِنْ لَّدُنْ
آدَمَ إِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنْ أَئِمَّةِ الْهُدٰى
وَقَادَةِ أَهْلِ التُّقٰى عَلٰى
جَمِيْعِهِمُ السَّلَامُ فَاذْكُرْهُمْ
مِنْكَ بِمَغْفِرَةٍ وَّرِضْوَانٍ۔

جنہوں نے کفّار کی تکذیب کے وقت ان پیغمبروں کی تصدیق کی اور ان کے ساتھ ایمان لائے، بخشش کر اور ان سے راضی ہو جا، ساتھ یاد کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ کی فضیلت تمام پیغمبروں کے صحابہ پر ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم تمام رسولوں کے سردار ہیں، اور آپ کے صحابہ تمام پیغمبروں کے صحابہ کے سردار ہیں، چنانچہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے حق میں امام زین العابدین نے خصوصی دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ وَأَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

خدایا خاص طور پر اصحابِ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم پر اپنی مہربانی کر اور انہیں اپنی بخشش اور رضامندی سے نواز۔

اس کے بعد حضرت موصوف صحابہؓ کی مدح پر آتے ہیں تو فرماتے ہیں،

وَالَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الصُّحْبَةَ	جنہوں نے اچھا کیا پیغمبر کا ساتھ اور
وَالَّذِيْنَ اَبْلَوُا الْبَلَاءَ الْحَسَنَ فِيْ نَصْرِهٖ وَكَنَفُوْهُ	اس ساتھ کا حق خوب بجا لائے۔ اور جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی مدد میں اپنی جان و مال کو بہتر طریق پر صرف کر دیا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو درمیان میں لاکر دشمنوں سے محافظت کی۔
وَاَسْرَعُوْا اِلٰى وِفَادَتِهٖ وَسَابَقُوْا اِلٰى دَعْوَتِهٖ۔	اور بہت جلدی آپ کی دعوت کو قبول کر دکھایا۔
وَاسْتَجَابُوْا لَهٗ حَيْثُ اَسْمَعَهُمْ حُجَّةَ رِسَالَتِهٖ۔	اور جب انہوں نے ان کی رسالت کی دلیل سُن لی تو اسے فوراً قبول کر لیا (یعنی قرآن کو)،
وَفَارَقُوا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ فِيْ اِظْهَارِ كَلِمَتِهٖ۔	اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے کلمہ اور دین کو بلند کرنے کے لیے اپنے بیوی بچّوں تک کو چھوڑ دیا، یعنی ہجرت کی، جو صرف خوشنودئ خدا اور اظہارِ اسلام

کے لیے تھی نہ کہ دنیاوی لالچ کے لیے۔

وَقَاتَلُوا الْآبَاءَ وَالْأَبْنَاءَ فِيْ تَثْبِيْتِ نُبُوَّتِهٖ۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی نبوت کو مستحکم کرنے کے لیے اپنے باپ بیٹوں سے جنگ وجدال کیا۔ وہ آنحضرت کی مدد اور خدمت کرتے ہوئے کفّار پر غالب آ گئے۔

ہر وہ شخص جو دین اور عقل رکھتا ہے، اس پر مخفی نہیں کہ یہ تمام اوصاف صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہیں۔ خواہ وہ مہاجر ہوں یا انصار سب نے اسلام کی مدد اور حمایت کی۔ اپنے باپوں اور بھائیوں سے جنگ کی۔ اسلام کو طاقتور کیا۔ ہر معرکے اور غزوے میں حاضر ہوئے، اور دشمنانِ دین پر فتح حاصل کی (صرف چند صحابہ جابرؓ و ابوذرؓ وغیرہ نے ہی تمام جنگوں میں فتح حاصل نہیں کی' اور نہ ہی کفّار کو قتل کر کے غلبہ حاصل کیا۔ "غزوۂ بدر" میں تین سو تیرہ صحابہ تھے۔ اور اُحد میں ایک ہزار، "حنین" میں بارہ ہزار اور "تبوک" میں تیس ہزار صحابہ تھے، اسی طرح اکثر لڑائیوں میں ہزارہا صحابہ تھے۔ ان سب نے حق کی مدد اور حمایت کی اور سب کو غلبہ حاصل ہوا۔

اوپر کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت زین العابدین (علی بن حسینؓ) کا مذہب بھی یہی ہے کہ تمام صحابہ بخشے ہوئے جنّتی ہیں، اور لائق مدح وثنا

ہیں، پس اس سے مخالفین کے مذہب کی بنیاد جو صحابہ کو چند شخصوں میں منحصر کرتے ہیں، جڑ سے اکھڑ گئی، اور ظاہر ہو گیا کہ یہ قول اہل بیت کا نہیں ہے، بلکہ شیطانی وسوسہ ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنا چاہیے۔ آگے چلیے۔ حضرت امام زین العابدین فرماتے ہیں:-

ومن کانوا منطوین
عَلیٰ محبتہٖ یرجون تجارۃ
لن تبور فی مودتہٖ

یعنی صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر فدا تھے۔ ایسی تجارت پر امیدوار جس میں نقصان نہ ہو۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے تمام صحابہؓ نے آپ کی دوستی کو آخرت کے لیے اختیار کیا، اور یہ سودا ان کے لیے نقصان دہ نہیں بلکہ بہت فائدہ مند ثابت ہوا۔

والذین ھجرتھم العشائر
اذ تعلقوا بعروقہ وانتفت
القرابات اذ سکنوا فی
ظل قرابتہٖ۔

اور ان لوگوں نے جب آنحضرتؐ سے اپنا رشتہ جوڑا تو ان کے قرابتداروں نے اپنا رشتہ توڑ لیا، اور جب وہ آنحضرتؐ کے سایہ میں آ گئے تو ان کی اپنی قرابت داری نیست و نابود ہو گئی۔

یعنی جب صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لے آئے۔ اور آپ

کی خدمت پر کمربستہ ہو گئے، تو عرب کے تمام کفّار ان کی دشمنی پر اُٹھ کھڑے ہوئے، اور اپنی قرابت کے تمام رشتے منقطع کر لیے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

فلا تنسهم اللهم ما تركوا لك وفيك وارضهم من رضوانك وبما حاشوا الخلق عليك وكانوا مع رسولك دعاة لك واليك

خدایا! جنہوں نے تیرے لیے تیرے راہ میں اپنے قرابتداروں کو چھوڑ دیا، انہیں نہ بھلائیو، یعنی ان کی ہجرت کا راہِ حق میں ان کی مدد کا بدلہ انہیں ضرور عنایت کر، اور ان پر خوش ہو جا۔ اپنی رضامندی اور خوشنودی سے ان کو خوش کر دے، اور انہیں اس وجہ سے بھی ثواب عطا کر کہ انہوں نے تمام مخلوق کو تیرے دین پر جمع کر دیا۔ اور تیرے رسول کے ہمراہ ہو کر لوگوں کو تیری رضامندی اور اطاعت کی طرف بلاتے تھے۔ کیونکہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت میں کامل تھے، اور ان کی محبّت صرف اللہ ہی کے لیے تھی۔ اس لیے وہ دوسروں کو بھی اللہ کے دین کی طرف بلاتے تھے، اور بہت سارے لوگوں کو دینِ اسلام پر اکٹھا کیا، یعنی ہزارہا مرد اور عورتیں ان کی کوشش سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

اگر کوئی شخص اہلِ بیت اور قرآن کی راہ کا متلاشی ہے تو وہ اس مقام پر غور

کرے اور فوراً وسوسۂ شیطانی سے فوراً توبہ کرلے۔ اور قرآنی راہ پر آجائے، کیونکہ حضرت ابوذرؓ و عمارؓ اور ان کے ساتھ چند دوسرے آدمیوں نے تمام شہروں میں کفر کا رد نہیں کیا، بلکہ سارے صحابہ آنحضرت کی زندگی میں بھی اور آپ کی وفات کے بعد بھی مخلوق خدا کو دینِ اسلام پر اکٹھا کرنے والے اور تعلیم و ارشاد کرنے والے تھے، کوئی احمق بھی ایسی بات نہیں کرے گا، چہ جائیکہ وہ قرآنی تعلیم کا دعویٰ کرنے والا بھی ہو۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔

وَاشْکُرْ لَهُمْ عَلٰی هِجْرَتِهِمْ فِیْكَ دِیَارَهُمْ وَخُرُوْجِهِمْ مِنْ سَعَةِ الْمَعَاشِ اِلٰی ضَیْقِهٖ وَمِنْ کَثْرَةٍ فِیْ اِعْزَازِ دِیْنِكَ مَظْلُوْمِهِمْ۔

اور بدلہ دے ان کو جنہوں نے تیری راہ میں اپنے شہر اور قوم کو چھوڑ دیا۔ اور اعلیٰ معیشت کو چھوڑ کر ادنیٰ معیشت اختیار کی، اور ان لوگوں پر احسان فرما جنہیں تو نے اپنے دین میں اضافہ کرنے کے لیے زیادہ کر دیا۔

یعنی ہجرت کے بعد جن لوگوں پر ظلم ہوا ہے۔ وہ مہاجرین اولین ہی ہیں، اور انہی کی وجہ سے دینِ حق کو غلبہ اور فتح حاصل ہوئی، اور بہت سارے لوگ مسلمان ہوتے

نیز فرماتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ وَاَوْصِلْ اِلَی التَّابِعِیْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ۔۔۔الخ

خدایا! ان تبعین صحابہ کو بھی جزائے خیر دے، جنہوں نے نیکی اور راہِ حق کے

اختیار کرنے میں تیرے صحابہ کی پیروی کو اختیار کیا، جو لوگ یہ دُعا کرتے ہیں کہ ہمارے سابقین بالایمان بھائیوں کو بھی بخش لے۔ یعنی صحابہ کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں، اور ان کے لیے بخشش مانگتے ہیں۔ امام زین العابدینؓ کی اس کلام میں اشارہ ہے کہ مسلمانوں کی "تیسری قسم" وہ لوگ ہیں جو صحابہ کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ قرآن اور اہلِ بیت کے مذہب کے مطابق اہلِ سُنّت، تابعینِ صحابہ ہی ہیں، جو ان کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔ اور ان میں سے کسی کے ساتھ کینہ نہیں رکھتے، اور حضرت سجادؒ کی دعائے بخشش بھی انہی کے لیے ہے۔ بس یہی لوگ بخشے ہوئے ہیں، اور صاحبِ خیر ہیں، ان کے مخالفین پھر سُن لیں کہ جناب زین العابدینؓ تابعین کی تعریف میں کیا فرماتے ہیں :-

اَلَّذِیْنَ قَصَدُوْا صُحْبَتَهُمْ وَتَحَرَّوْا وِجْهَتَهُمْ وَمَضَوْا عَلٰی شَاكِلَتِهِمْ وَلَمْ يَثْنِهِمْ رَيْبٌ فِیْ بَصِيْرَتِهِمْ وَلَمْ يَخْتَلِجْهُمْ شَكٌّ فِیْ قَفْوِ اٰثَارِهِمْ وَالْاِئْتِمَامِ بِهِدَايَةِ مَنَارِهِمْ مُكَانِفِيْنَ وَمُوَازِرِيْنَ لَهُمْ

یعنی تابعین وہ لوگ ہیں جنہوں نے صحابہ کی راہ کو دلیل پکڑا اور ان کی راہ پر چلنے کا ارادہ کیا، اور صحابہ کے طریقہ اور مذہب پر رہے، اور انہوں نے صحابہ کی بصیرت میں کسی قسم کا شک نہ کیا۔ اور صحابہ کے نقشِ قدم پر چلنے میں ان کے دل میں کسی قسم کا خوف و

خطر کا گزر نہ ہُوا ۔ اور صحابہ کی روشن ہدایت
کی اقتدا کرنے میں کسی قسم کا شک نہ کیا

یعنی صحابہ کو ہدایت پر جان کر ان کی پیروی کی، اور یہ تابعین ہی صحابہ کی حمایت اور مدد کرنے والے ہیں، یعنی اگر کوئی مُلحد یا گمراہ شخص صحابہ کی پاک جناب میں کسی قسم کی کوئی گستاخی کرتا ہے، تو یہ تابعین ان صحابہ سے اس الزام کو دُور کر دیتے ہیں، اور اس بدباطن پر کسی قسم کا رحم روا نہیں رکھتے، اس لفظ سے مخالفین کے تمام شیطانی وسوسے جن سے وہ صحابہ پر تہمت لگاتے ہیں باطل ہو گئے، اور معلوم ہو گیا کہ صحابہ کے حق میں کسی قسم کا طعن کرنا مسلمانوں کا کام نہیں ہے، بلکہ اہلِ اسلام کا شیوہ ایسے غلط الزاموں کا جواب دینا ہے، جو صحابہ پر لگائے جاتے ہیں، اور اس میں شک نہیں کہ یہ وصف اہلِ سُنّت کے سوا اور کسی میں نہیں، بلکہ رافضی لوگ اپنے فاسد گمان کی بنا پر ان پاک لوگوں کی جناب میں ہزارہا قسم کے طعن کرتے ہیں، اور اسی طرح خارجی لوگ بھی (خذلہم اللہ تعالیٰ) بس معلوم ہو گیا کہ ناجی فرقہ اہلِ سنت ہی ہے، نہ کہ ان کے مخالفین، (وھو المطلوب) نیز امام صاحبؒ فرماتے ہیں :-

يَدِينُونَ بِدِينِهِمْ وَيَهْتَدُونَ
بِهَدْيِهِمْ وَيَنْفِقُونَ عَلَيْهِمْ وَلَا
يَتَّهِمُونَهُمْ فِيمَا أَدَّوْا إِلَيْهِمْ ۔

یعنی تابعین صحابہؓ کے دین پر عقیدہ رکھتے ہیں، اور ان کے راستہ پر چلتے ہیں، اور ان پر انفاق کرتے ہیں یعنی

صحابہ کی اور مدد پر متفق ہیں، جو کوئی بے دین اور شیطان صحابہ پر الزام لگائے اور ان کی شان میں شبہ کرے اس کو جواب دیتے ہیں، اور ان پر تہمت نہیں لگاتے، جو چیز انہوں نے احکام دین اور احادیثِ نبوی سے ہم تک پہنچا دی۔

یعنی صحابہ کو سچّا جانا۔ ان کی روایت کردہ تمام احادیث کو سچّا مان کر ان پر عمل کرتے ہیں تو ثابت ہُوا کہ احادیث کی جن کتابوں کو اہلِ سنّت مانتے ہیں، وہ اہلِ بیت اور صحابہ کرام سے مروی ہیں، اور نہایت معتبر اور مقبول ہیں، اور حضرت زین العابدین کا مذہب بھی یہی ہے، پس ظاہر ہو گیا کہ شیعہ کی روایات جو صحابہ کے علاوہ کسی اور سے مروی ہیں۔ جناب زین العابدینؓ کے نزدیک جھوٹ کا پلندہ ہیں اور شیعہ جو اپنی بعض روایات کی نسبت بعض اہلِ بیت اور صحابہ کی طرف کرتے ہیں، جب وہ روایتیں قرآن کے بھی مخالف ہوں، اور امام زین العابدینؒ کے مذہب کے بھی مخالف ہوں، تو ظاہر ہے کہ نہ وہ اہلِ بیت کا قول ہے، اور نہ صحابہ کا، بلکہ کوئی جھوٹا کذّاب ہے جو پاک اماموں پر جھوٹ باندھ رہا ہے۔

پس بقول حضرت امام زین العابدینؒ کتبِ شیعہ کی تمام روایات باطل اور افتراء ہیں۔ اہلِ اسلام اور قرآن اور اہلِ بیت سے محبت کرنے والوں کو ان سے کنارہ کر لینا عین فرض ہے۔

اے مومن! نجات کے طالب! جو کچھ کلامِ الٰہی اور حضرت سجّادؒ کے

کلمات سے ذکر کیا گیا ہے، اگر کوئی راہِ جنت کا متلاشی ہے تو اس کے لیے
ان میں سے صرف ایک کلمہ ہی کافی ہے اور اگر اس کے نصیبہ میں نیکی نہیں ہے
اور وہ (بحکم ختم اللہ علیٰ قلوبہم الخ) اپنے کفر پر قائم رہنا چاہتا ہے، اور قرآن
کا انکار کرنے کی وجہ سے اپنے لیے دوزخ خرید رہا ہے تو مسلمانوں کے طریقہ
میں ان سے بحث کرنا بالکل بے سود ہے۔ واللہ الھادی وعلیٰ کرمہ اعتمادی
سبحان ربّک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین۔ والحمد
للہ رب العٰلمین۔

تمت بالخیر

(مترجم، محمد سلیمان انصاری خطیب جامع اہلِ حدیث عزیز مسجد،
عزیز روڈ، مصری شاہ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

سیرتِ شیخینؓ کے چند اوراق

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے بڑے دولتمند تھے۔ اسلام لائے تو اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرنا شروع کر دیا۔ مشہور ہے کہ جب مسلمان ہوتے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ تیرہ سال بعد مکّہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو کل چھ ہزار درہم باقی رہ گئے تھے وہ بھی ساتھ ہی لے گئے کہ خدا جانے کہاں ضرورت پڑ جائے۔ یہ رقم بھی فی سبیل اللہ خرچ کر دی۔

مدینہ منورہ پہنچ کر کپڑے کی تجارت شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کام میں اتنی برکت دی کہ پھر گھر کا اثاثہ بن گیا۔ جب جنگِ تبوک کا زمانہ آیا۔ تو مسلمانوں کے لیے یہ بڑا تنگی کا زمانہ تھا۔ بہت بڑا لشکر تیار کر کے مدینہ سے بہت دُور جانا تھا۔ اس کے لیے روپے پیسے کی ضرورت تھی۔ صحابہؓ سے

جو کچھ ہو سکتا تھا انہوں نے کیا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ گھر کا تمام اثاثہ اٹھا لائے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ آنحضرت نے پوچھا۔ "ابوبکرؓ! بچوّں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟"

خدا و رسول کے سچے فدائی نے عرض کیا۔ "اللہ اور اس کا رسُول۔"

آنحضرت کی وفات کے بعد امّت نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ منتخب کیا تو آپ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا:

"لوگو! تم نے مجھے حاکم بنا دیا۔ یہ نہ سمجھنا کہ مَیں سب سے اچھا ہوں۔ اگر مَیں اچھے کام کروں تو میرا ہاتھ بٹانا اور اگر مَیں برائی کی طرف جاؤں تو میرا بازو پکڑ کے مجھے سیدھے راستے پر ڈال دینا۔ میرا کام یہ ہے کہ طاقتوروں کی پروا نہ کروں اور کمزوروں کے سارے حقوق پُورے کراؤں۔ جو قوم خدا کے راستہ میں جہاد کرنا چھوڑ دیتی ہے وہ ذلیل و خوار ہو جاتی ہے۔ جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے مصائب کو کبھی ختم نہیں ہونے دیتا۔ اگر مَیں خدا اور اس کے رسول کے احکام پر چلوں تو میرا کہا مانتے رہنا۔ اگر مَیں اس راستہ سے ہٹ جاؤں تو میرا کہا ہرگز نہ ماننا۔"

دیکھیے اس چھوٹے سے خطبہ میں کس طرح اسلامی حکومت

کے اصول بیان کر دیئے ہیں۔ ان اصُولوں کو اچھی طرح سمجھ لو۔

۱۔ حاکم اچھے کام کرے تو اس کا ساتھ دینا چاہیے۔ اگر بُرائی کی طرف جائے تو اسے سیدھے راستہ پر لگانا چاہیے۔

۲۔ حاکم کے فرائض میں داخل ہے کہ سب کے حقوق کا پُورا خیال رکھے نہ کمزوروں سے آنکھیں پھیرے۔ نہ طاقتوروں سے ڈرے۔

۳۔ حاکم کی تابعداری صرف اس وقت فرض ہے جب تک وہ خدا و رسول کے احکام پر چلے۔

۴۔ حاکم کو چاہیے کہ قوم کے دل میں جوشِ جہاد گرم رکھے۔ اس کے بغیر کوئی قوم باعزّت نہیں رہ سکتی۔

۵۔ قوم میں بدکاری نہ پیدا ہونے دے ورنہ وہ قوم خدا کی طرف سے ایسی مصیبتوں سے دوچار ہو جائے گی جو کبھی ختم نہ ہوں گی۔

خلیفہ بننے کے دوسرے دن حضرت ابوبکر صدیقؓ تھوڑی سی چادریں بیچنے بازار جا رہے تھے۔ راستہ میں حضرت عمرؓ ملے، انہوں نے دریافت کیا کہاں چلے ہو؟ فرمانے لگے چادریں فروخت کرنے چلا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر آپ تجارتی کاروبار کرتے رہے تو مسلمانوں کی حکومت کا کام کیسے چلے گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا اگر کام نہ کروں تو اہل و عیال کا گزارہ کیسے چلے گا؟ حضرت عمرؓ نے بڑے بڑے صحابہ سے مشورہ کر کے

بیت المال سے خلیفہ کے گزارہ کے لیے کچھ رقم بطور وظیفہ کے مقرر کرادی۔ اس رقم سے صرف کھانا پینا اور معمولی سے کپڑوں کا گزارہ چل سکتا تھا حضرت ابوبکرؓ نے اپنا کام کاج چھوڑ دیا اور دن رات مسلمانوں کے کام کرنے لگے۔ ایک دن حضرت ابوبکرؓ کی بیوی نے کہا کوئی میٹھی چیز کھانے کو جی چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اتنے پیسے کہاں کہ میٹھی چیز پکالیں۔ بیوی نے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو مَیں روزانہ کے خرچ سے تھوڑا تھوڑا بچاتی رہوں آٹھ دس دن میں جتنے پیسے جمع ہو جائیں گے۔ ان سے میٹھی چیز پک جائے گی۔

اس طرح کچھ رقم جمع ہو گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اب پتہ چلا کہ ہمارا گزارہ تھوڑی رقم میں بھی ہو سکتا ہے۔ اسی وقت جمع شدہ رقم بیت المال میں دے آئے۔ اور آئندہ کے لیے حکم فرمایا کہ گزارہ کے لیے جتنی رقم مقرر ہے وہ ضرورت سے زیادہ ہے اسے کم کر دیا جائے۔

یہ اسلامی حکومت کا پہلا نمونہ تھا۔ یہ نمونہ اس پاک خلیفہ نے پیش کیا جس کی فوجیں اس وقت روم، ایران، کی سلطنتوں سے لڑ رہی تھیں جو اس وقت دنیا کی تمام سلطنتوں سے بڑی حکومتیں تھیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کل دو سال تین ماہ اور گیارہ دن حکومت کی پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ موت کا وقت سر پر آپہنچا ہے تو بڑے بڑے صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کیا اور حضرت عمرؓ کو

اپنے بعد خلیفہ بنا دیا۔ اس کام سے فارغ ہوتے تو فرمایا:

"اب حساب کرو کہ مَیں اپنی حکومت کے زمانے میں بیت المال سے کتنی رقم لے چکا ہوں۔

حساب کیا گیا تو چھ ہزار درہم نکلے۔ جو ہمارے حساب سے پندرہ سو روپیہ بنتا ہے۔ فرمایا میری زمین فروخت کر کے یہ رقم بیت المال میں دے دو۔ مَیں کچھ لینا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن لوگوں نے مجبور کیا کہ اس طرح کام نہیں چلے گا۔

چنانچہ زمین فروخت کر کے پوری رقم بیت المال میں جمع کر دی گئی۔ اور مسلمانوں کا پہلا خلیفہ اس دنیا سے رخصت ہوا تو اس کے ذمّہ امّت کی ایک کوڑی بھی نہیں تھی۔ اور ساری امت کی گردنیں اس کے احسانات کے بوجھ تلے دبی ہوئی تھیں۔ یہ وہ بزرگ تھا جس کی زندگی کا ایک ایک سانس قیامت تک پکار پکار کر کہتا رہے گا کہ خدا کے حکموں پر چلنے کا اصل طریقہ یہی ہے۔ خدا کے بندوں کی خدمت اسے کہتے ہیں۔ دنیا میں اللہ کی رحمت کا یہی پیغام تھا جسے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلّم لے کر آتے تھے۔ جہاں جہاں یہ پیغام پہنچا، زمین بہشت کا نمونہ بن گئی۔ یہی اسلام تھا جس نے بیس برس کی مختصر مدّت میں سُورج کی طرح مشرق و مغرب کو روشن کر دیا۔ یہی اسلام تھا جس سے کروڑوں انسانوں کے دلوں میں محبت کی لہریں اٹھیں۔ یہی اسلام تھا جس کی خاطر عیسائی اور یہودی اپنے بھائیوں سے لڑے۔ یہی اسلام تھا جس کی تبلیغ کا حکم مسلمانوں کو دنیا

کے کونے کونے میں پہنچانے کا ملا تھا۔ ذرا غور کرو۔ آج خدا کی رحمت کا کیا نقشہ بن گیا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے بیت المال کی کل رقم واپس کرانے کے بعد فرمایا میرے گھر کی سب اشیاء کو اچھی طرح دیکھ لو۔ کوئی چیز بیت المال کی ہو تو اسے حضرت عمرؓ کے پاس لے جاؤ۔ دیکھا تو کُل دو چیزیں نکلیں۔ ایک چادر جو روپے سوا روپے کی ہوگی۔ دوسری سانڈنی جس پر خلیفۃ المسلمین سواری کیا کرتے تھے۔ یہ دونوں چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچیں تو رو پڑے اور فرمانے لگے۔ خدا ابوبکر پر رحم فرمائے کہ وہ اپنے پیچھے مسلمانوں کا حاکم بننے والے کے لیے بہت مشکل کام کر گئے ہیں۔

آخر وہ دن آگیا جب حضرت ابوبکرؓ اس دنیا سے جانے والے تھے۔ جان کنی کی حالت نظر آرہی تھی۔ اس وقت عراق کی فوجوں کا سردار پہنچ گیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے لیے بات کرنا بھی مشکل تھی۔ لیکن وہ خلیفہ تھے۔ سردار کو پاس بٹھا کر پورا حال دریافت کیا۔ جب یہ سنا کہ ایران کے بادشاہ نے عراق کی سرحد پر نئی فوج بھیج دی ہے تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔ سب کچھ سنانے کے بعد فرمایا۔ مجھے امید ہے کہ آج میری زندگی ختم ہو جائے گی۔ اگر میری روح دن کے وقت نکلے تو شام سے پہلے پہلے۔ اگر رات کو نکلے تو فجر سے پہلے پہلے تم بھی نئی فوج عراق بھیج دو۔ عمر! کوئی مصیبت

آجائے لیکن دین کی خدمت اور خدا کے حکم پر عمل کرنے میں ذرا بھی دیر نہ ہونی چاہیے۔ ہمارے لیے رسول اللہؐ کی وفات سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں تھی۔ لیکن تُو نے دیکھا کہ مَیں نے سارے کام کس طرح پُورے کیے تھے۔

اُمّت کے کاموں سے فرصت پانے کے بعد دریافت فرمایا کہ اللہ کے رسول کس دن اس دُنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا "سوموار کے دن"۔ فرمایا: میرے دل کی بھی یہی خوشی ہے کہ آج سوموار کے دن رخصت ہو جاؤں۔ اگر اللہ تعالیٰ میری اس خوشی کو پُورا کر دے تو میری قبر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس بنا دینا۔

پھر اپنی پیاری بیٹی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا؟ انہوں نے کہا: تین کپڑوں میں۔ فرمایا۔ مجھے بھی تین کپڑوں کا کفن پہنانا۔ دو چادریں میرے بدن پر ہیں۔ انہیں دھو کر سکھا لیں۔ ایک کپڑا اور لے لیا جائے۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ:

"ابّا جان! ہم اتنے غریب تو نہیں کہ نیا کفن نہ خرید سکیں"۔ فرمایا:

"بیٹی! نئے کپڑوں کی زیادہ ضرورت زندہ لوگوں کو ہے۔ مُردوں کو نہیں۔ میرے لیے یہ میرے پھٹے پُرانے کپڑے ہی اچھے ہیں"۔

حضرت عائشہ آپ کے سرہانے بیٹھی تھیں اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ انہوں نے درد سے ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ:

"وہ نورانی چہرے والے جن کا واسطہ دے کر بادلوں سے بارش طلب کی جاتی تھی۔ وہ یتیم بچوں کی پُشت پناہ اور بیوہ عورتوں کے سہارے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی آنکھیں بند تھیں۔ یہ شعر سُن کر آنکھیں کھولیں اور فرمایا "بیٹی! یہ نور رسولِ خدا کی شان تھی"۔

یہ پاک زندگی ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ کو ختم ہوئی۔ سوموار کا دن۔ مغرب اور عشا کا درمیانی وقت تھا اور ان کی مبارک زبان پر یہ آخری کلمہ تھا کہ:-

"میرے اللہ! مجھے دنیا سے مسلمان اٹھا اور اپنے نیک پاک بندوں میں شامل کر"۔ اللہ ان سے راضی ہو۔

یہ ہماری امّت کے پہلے خلیفہ تھے۔ اسلامی حکومت کا وہ نقشہ دنیا کے سامنے پیش کیا کہ جب تک یہ زمین و آسمان باقی رہے گا حضرت ابوبکر صدیقؓ کا نقشہ سورج کی طرح چمکتا رہے گا۔

خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔ حضرت عمرؓ بھی خلیفۂ اوّل کی طرح تجارت کیا کرتے تھے۔ جب خلیفہ بنے

کاروبار ترک کرنا پڑا۔ چنانچہ کبار صحابہؓ نے مشورہ کرکے آپ کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ جس سے آپ کے اہل و عیال کا بمشکل گزارہ ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے خوشی سے وہ وظیفہ قبول کر لیا۔

تھوڑے دنوں میں اسلام کی فوجوں نے ایران، شام اور مصر کے ملک فتح کر لیے۔ اسلامی سلطنت کی حدیں دُور دُور تک پہنچ گئیں۔ صحابہؓ کو خیال آیا کہ خلیفۃ المسلمین کے گزارہ کی جو رقم ہم نے مقرر کی ہے وہ بہت تھوڑی ہے۔ اسے زیادہ کر دینا چاہیے۔ لیکن کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ کھل کر یہ بات کر سکے۔ کافی سوچ بچار کے بعد آپ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ مہربانی کر کے یہ بات اپنے ابّا جان سے منوا دیجیے۔

حضرت حفصہؓ نے ایک موقع مناسب سمجھ کر آپ سے بات کی تو آپ کا چہرہ غصّے سے سُرخ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا:

حفصہؓ! تو ہی بتا کہ خدا کے پیارے پیغمبر نے تمہارے گھر میں کونسا اچھے سے اچھا لباس زیب تن فرمایا؟

حضرت حفصہؓ نے جواب دیا

آنحضرت کے پاس دو گیروے رنگ کے کپڑے تھے۔ جو آپ جمعۃ المبارک کے دن پہن لیتے یا جب باہر سے لوگ ملنے کے لیے آتے تو آپ زیب تن

فرما لیا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے پھر فرمایا:

"بھلا یہ تو بتا کہ خدا کے پیغمبر نے اچھے سے اچھا کھانا کون سا کھایا؟"

حضرت حفصہؓ نے فرمایا:

عام طور پر آپ جَو کی روٹی کھایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ روٹی پک رہی تھی۔ آپ تشریف لاتے۔ ہم نے گرم گرم روٹی کو گھی سے چپڑ دیا۔ رسول اللہ نے خود بھی خوشی سے کھانا کھایا اور اپنے ساتھیوں کو بھی کھلایا۔

حضرت عمرؓ نے تیسری مرتبہ دریافت فرمایا:

حفصہؓ! تمہارے گھر رسول اللہ کا بستر کیسا تھا؟

فرمایا:

"ہمارے پاس ایک موٹا سا کپڑا تھا۔ موسمِ گرما میں اس کی چار تہیں کر کے زمین پر بچھا لیتے تھے اور موسمِ سرما میں آدھا نیچے اور آدھا اوپر لے لیتے تھے۔"

حضرت عمرؓ نے یہ سب کچھ دریافت کرنے کے بعد فرمایا:

"حفصہؓ! میری یہ بات ان لوگوں تک پہنچا دے جو میرا وظیفہ بڑھانا چاہتے ہیں کہ خدا کے پیغمبرؐ نے دنیا میں رہنے کی ایک حد ہمیں بتا دی ہے میں جب تک زندہ رہوں گا۔ اپنے پیارے کے قدم بقدم چلوں گا تم یہ سمجھ لو کہ تین ساتھی راستے میں چل رہے تھے۔ پہلے کے پاس زادِ راہ بھی تھا وہ منزل

پر بھی پہنچ گیا۔ (پیغمبرِ خدا)۔ دوسرا پہلے کے پیچھے چلا گیا (ابوبکر صدیقؓ) وہ بھی اپنے ساتھی کو جا ملا۔ تیسرا ابھی راستہ میں ہی ہے۔ (حضرت عمرؓ)۔ اگر اس کی دلی مراد یہی ہے کہ اپنے پہلے دو ساتھیوں سے جا ملے تو اسے بھی وہی طریق اختیار کرنا چاہیے جو پہلوں نے کیا۔ اگر وہ طریقہ چھوڑ دے تو پھر پہلوں سے ملنے کی کیا صورت ہے؟"

ذرا یہ بھی سوچ لو کہ حضرت عمرؓ نے خود وظیفہ بڑھانے کی بات نہیں چھیڑی۔ صحابہؓ کا اپنا خیال تھا کہ خلیفۃ المسلمین کا گزارا تنگ ہے، رقم بڑھا دینی چاہیے۔ لیکن حضرت عمرؓ یہ بات نہ مانے۔ ان کی حالت کیا تھی؟

ایک دفعہ آپ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ جو چادر اوڑھے ہوئے تھے اسے بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ جمعہ کی نماز پڑھانی تھی آپ کو تھوڑی سی دیر ہو گئی تو سب سے معافی مانگی۔ فرمایا:

"میں نے کپڑے دھو کر سکھانے کو ڈالے۔ جلد نہ سوکھ سکے۔ اور کپڑے ہی نہیں تھے جو پہن کر آ جاتا۔"

ایک دن کھانا کھانے لگے۔ ایک آدمی ملاقات کے لیے آ گیا۔ آپ نے اسے بھی ساتھ بٹھا لیا۔ موٹے آٹے کی خشک روٹی تھی اور آٹا چھانا بھی نہیں تھا۔ سالن کی بجائے زیتون کا تیل تھا۔ وہ آدمی ساتھ تو بیٹھ گیا لیکن لقمہ حلق سے نیچے نہیں اترتا تھا۔ آخر بولا:

"آٹا چھان نہ لیا ؟"

حضرت عمرؓ نے فرمایا "سب مسلمان چھانے ہوئے آٹے کی روٹی کھاتے ہیں ؟"

اس نے کہا "نہیں !"

آپ نے فرمایا "کیا تو یہ چاہتا ہے کہ مَیں سارے مزے دنیا میں ہی لے لوں اور آخرت کے لیے کچھ باقی نہ چھوڑوں ؟

جس خلیفہ کے سر پر بارہ پیوندوں والی چادر تھی، جس کا گزارہ موٹے آٹے کی سوکھی ہوئی روٹی پر تھا۔ اس کی فوجیں ایران، روم اور مصر کی سلطنتوں کی عزت کو خاک میں ملا چکی تھیں اور جن بادشاہوں نے صدیوں میں جو دولت جمع کی ہوئی تھی وہ آج مدینۃ الرسول کی گلیوں میں رُل رہی تھی۔

ایران کے بادشاہ نے ایک دفعہ حضرت عُمرؓ کی خدمت میں اپنا ایک سفیر بھیجا۔ وہ سفیر بڑے بڑے دربار دیکھ چکا تھا۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر اعلیٰ لباس زیب تن کیا۔ سر پہ تاج رکھا جو جگمگ جگمگ کر رہا تھا۔ اس نے شاید یہ سوچا تھا کہ جس بادشاہ کی فوجیں ایران جیسی مضبوط حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجا رہی ہیں اس کا دربار خدا جانے کتنی بڑی شان کا ہو گا۔ مدینے پہنچ گیا۔ اُسے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ لوگوں سے پوچھا۔ بھائیو! خلیفۃ المسلمین کہاں ملیں گے ؟ لوگوں نے کہا " وہ مسجد میں ہونگے۔

سفیر مسجد میں پہنچا تو حضرت عمرؓ کچے فرش پر لیٹے ہوتے تھے ۔ یہ منظر دیکھتے ہی سفیر کانپنے لگا ۔ گفتگو کرنے کا یارا نہ رہا ۔ یہ رُعب ، یہ ہیبت کپڑوں کی نہیں تھی ۔ یہ وہ ہیبت تھی جو خدا کی طرف سے اس کے نیک اور پاک باز بندوں کو عطا ہوتی ہے ۔

آپ وقت بے وقت پھرتے رہتے تھے ۔ مدینہ منورہ سے دو دو چار چار میل باہر نکل جایا کرتے تھے ۔ ایک دن دیکھا کہ ایک عورت چُولھے کے پاس بیٹھ کر کچھ پکا رہی ہے اور اس کے پاس بچّے بیٹھے رو رہے ہیں ۔ آپ نے دریافت کیا ۔ امّاں یہ بچّے کیوں رو رہے ہیں ؟

امّاں نے جواب دیا : " میرے پاس کھانے کو کچھ نہیں ۔ بچّے بھوکے تھے ۔ مَیں نے ہانڈی چُولھے پر رکھ دی ہے ۔ تاکہ یہ سمجھ لیں کہ سالن پک رہا ہے تھوڑی دیر میں یہ سو جائیں گے ۔ مَیں بھی ہانڈی اُتار کر اللہ اللہ کرنے لگ جاؤں گی ۔"

حضرت عمرؓ یہ سنتے ہی واپس لوٹے ۔ مدینہ منوّرہ آکر بیت المال سے کھانے پینے کی چیزیں نکالیں ۔ گٹھڑی باندھ کر سر پہ رکھنے لگے تو خادم نے کہا جناب گٹھڑی مجھے اٹھا دیجیے ۔"

آپ نے فرمایا : قیامت کے دن بھی تو میرا بوجھ اٹھائے گا ؟

گٹھڑی لے کر اس اماں کے پاس پہنچے اور فرمانے لگے ۔" امّاں جان ! لیجیے آپ روٹی پکائیے ۔"

آپ چولھے میں آگ جلا رہے تھے۔ روٹی تیار ہو گئی۔ بچوں نے پیٹ بھر کر کھائی اور اُچھلنے کودنے لگے۔ امّاں نے کہا: بھائی سچّی بات تو یہ ہے کہ خلیفہ تجھے بننا چاہیے تھا۔ عمرؓ اس قابل نہیں"۔

اس بچاری کو کیا خبر تھی کہ اس کے لیے یہ ساری چیزیں خود حضرت عمرؓ ہی لائے ہیں۔

ایک مرتبہ رات کو گشت کر رہے تھے۔ ایک بدوی کے خیمے کے آگے جا پہنچے۔ بدوی باہر بیٹھا تھا۔ اندر اس کی بیوی کے رونے کی آواز آرہی تھی۔ آپ نے دریافت کیا۔ کیا بات ہے؟ بدوی نے کہا۔ میری بیوی کے بچّہ ہونے والا ہے، پاس کوئی عورت نہیں"۔

حضرت عمرؓ وہیں سے واپس مڑے۔ گھر سے آکر اپنی بیوی کو ساتھ لیا۔ آپ بدوی کے پاس باہر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ اپنی بیوی کو بدوی کی بیوی کے پاس خیمے کے اندر بھیج دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمرؓ کی بیوی نے اندر سے آواز دی کہ امیرالمومنین! مبارک ہو تمہارے دوست کو خدا نے لڑکا عطا فرمایا ہے۔

بدوی نے امیرالمومنین کا نام سنا تو گھبرا گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بھائی گھبرانے کا کیا مطلب؟ سویرے میرے پاس آؤ، مَیں بچّے کا وظیفہ لگا دوں گا"۔

کئی مرتبہ ملک کا دورہ کیا۔ کبھی کوئی خیمہ ساتھ نہ لیا۔ دھوپ ہوتی تو کسی درخت کے سایہ میں جا بیٹھتے یا اپنے کمبل کو تان کر سایہ کر لیتے۔ زمین پر ہی بیٹھتے زمین پر ہی سوتے۔

ان کی خلافت کا پانچواں سال تھا۔ ملک میں قحط پڑ گیا۔ حضرت عمرؓ نے گوشت کھانا بھی چھوڑ دیا۔ گھی کھانا بھی چھوڑ دیا۔ ایک دن پیٹ میں گڑبڑ ہوئی۔ آپ نے اپنے پیٹ میں انگلی چبھو کر فرمایا کہ جب تک قحط ہے تجھے وہی کچھ کھانے کو ملے گا جو آج کل ملتا ہے۔

دیکھی امیرالمومنین کی شان! چھنا ہوا آٹا اس لیے ترک کیا کہ سارے مسلمان چھنا ہوا آٹا نہیں کھا سکتے تھے۔ قحط پڑنے پر وہ چیزیں بھی کھانی ترک کر دیں جو مسلمانوں کو نصیب نہیں ہوتی تھیں۔

مدینہ کے جو غازی میدانِ جنگ میں چلے جاتے تھے۔ آپ ان کے گھروں میں جاتے۔ جن کو سودا لا کر دینے والا کوئی نہیں تھا۔ انہیں سودا لا دیتے۔ کوئی خط آتا۔ آپ لے کر غازی کے گھر جا کر اس کے بچوں کو سنا کر آتے۔ باہر کی دہلیز پر بیٹھ جاتے۔ گھر والے جو جواب لکھاتے وہ اپنے ہاتھ سے لکھتے۔

فیروز نامی ایک مجوسی غلام آپ پر کسی وجہ سے ناراض ہو گیا۔ ایک دن آپ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ غلام نے چھرا نکال کر چھ زخم لگائے۔

آپ گر پڑے۔ لوگوں نے اٹھا کر گھر پہنچایا۔ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ اب آخری وقت آ گیا ہے اور بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے تو آپ نے بڑے بڑے صحابہ سے مشورہ کر کے چھ آدمیوں کے نام تجویز کر دیئے۔ ان میں سے جسے چاہو خلیفہ منتخب کر لو۔

اس کام سے فارغ ہو کر اپنے صاحبزادے عبداللہ کو بلا کر فرمایا ”میں نے دس سال میں بیت المال سے جتنی رقم لی ہے اس کا حساب کرو۔ جب حساب ہو چکا تو فرمایا:

”یہ رقم میرے مال سے پوری کر کے بیت المال میں جمع کر دو۔ میرا مال تھوڑا ہو تو میرے خاندان والوں کو کہنا کہ وہ رقم پوری کر دیں۔“

امیر معاویہؓ نے حضرت عمرؓ کا مکان پوری رقم دے کر خرید لیا۔ یہ رقم بیت المال میں جمع کرا دی گئی۔

مسلمانوں کا دوسرا خلیفہ اس دنیا سے رخصت ہوا تو اس کے ذمّہ مسلمانوں کی ایک کوڑی بھی نہیں تھی۔ ساری امّت پر خلیفہ کے احسانات کا اتنا بوجھ تھا کہ کسی کی گردن اوپر نہیں اُٹھ سکتی تھی۔

پھر اپنے صاحبزادے کو فرمایا: ”حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کر، عمرؓ کی تمنّا یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں کے پاس دفن ہو۔ حضرت عائشہ نے بخوشی اجازت دے دی۔ آپ بڑے خوش

ہوئے اور ساتھ ہی فرمایا کہ: "میری روح پرواز کر جائے تو ایک دفعہ پھر جا کر اجازت طلب کرنا۔ شاید حضرت عائشہؓ کا ارادہ بدل جائے۔ ان کی اجازت کے بغیر مجھے وہاں دفن نہ کرنا۔

وفات سے تھوڑی دیر پہلے فرمایا:

میرے کفن پر زیادہ رقم نہ خرچ کرنا۔ اگر خدا کے دربار میں میری حالت اچھی ہوگی تو مجھے اچھے سے اچھا لباس مل جائے گا۔ اگر وہاں حالت اچھی نہ ہوئی تو تمہارا قیمتی کفن مجھے کیا فائدہ دے گا۔ میرے جنازے کے ساتھ کوئی عورت نہ جائے۔ جنازہ تیار ہو جانے پر جلد از جلد مجھے دفن کر دینا۔ اگر میں خدا کی رحمت کا حق دار ہوں تو ضروری ہے کہ جلدی اس رحمت سے فائدہ اٹھاؤں۔ اگر خدا کی رحمت کا حق دار نہیں ہوں تو بُرے آدمی کا بوجھ جتنی جلدی اپنے کندھوں سے اتار پھینکو۔ بہتر ہو گا۔

خدا کے پیغمبرؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرح حضرت عمرؓ نے بھی تریسٹھ ۶۳ سال کی عمر پائی اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے حجرۂ مبارک میں تیسری قبر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بنائی گئی۔

یہ اسلامی حکومت کا دوسرا نقشہ تھا۔ جس زمانے میں اسلام کی برکتیں دُور دُور پہنچیں۔ اسی زمانے میں وہ ساری بشارتیں پوری ہو گئیں جو رسولِ پاکؐ نے امت کو دی تھیں۔ ان پاک نمونوں کی پیروی کی جائے تو

دنیا پھر اسی طرح بہشت بن جائے ۔ جیسے ایک دفعہ بن چکی ہے ۔

ختم شد

